حضرت معاویہؓ اور خلافت و ملوکیت

(۱۰)

ملک غلام علی صاحب

کیا ولی عہدی محض ایک تجویز ہے؟ محترم مدیر "البلاغ" نے یزید کی ولی عہدی پر بحث کے دوران میں اس بات پر بھی زور دیا ہے کہ محقق علماء کے نزدیک خلیفۂ وقت تنہا اپنی مرضی سے کسی کو ولی عہد بنا دے، تو یہ محض ایک تجویز ہے جسے اُمت کے اہلِ حل وعقد اُس کی وفات کے بعد قبول بھی کر سکتے ہیں اور رد بھی۔ اس سے غالباً یہ تاثر دلانا مقصود ہے کہ جب یہ چیز محض ایک ایسی تجویز و ہدایت کی حیثیت رکھتی ہے جسے ردّ بھی کیا جا سکتا ہے تو پھر اسے محلِ اعتراض بنانے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ بہت سے معاملات ایسے ہوتے ہیں جو اپنی نظری حیثیت میں تو بالکل سادہ و سہل دکھائی دیتے ہیں لیکن ان کے عملی پہلو کے ساتھ بڑی مشکلات وابستہ ہوتی ہیں۔ یہ بات مجھے بھی تسلیم ہے کہ ولی عہدی ایک تجویز ہے بلکہ اصول و قواعد شرعیہ کا تقاضا ہی یہی ہے کہ یہ تجویز ہی رہے اور اس کے ردّ و قبول کا اختیار امتِ مسلمہ کو حاصل رہے۔ لیکن جس شخصیت کو خلیفہ ایک مرتبہ آب و تاب کے ساتھ اپنے عروجِ اقتدار کے زمانے میں سب کے سامنے پیش کر دیتا ہے اور اس کے حق میں ولی عہدی کی بیعت لے لیتا ہے، اس کو پیچھے ہٹا کر کسی دوسرے اور موزوں تر شخص کو منصبِ خلافت پر فائز کرنا امت کے لیے عملاً نہایت دشوار ہو جاتا ہے اور پوری اسلامی تاریخ میں کوئی ایک مثال بھی مشکل ہی سے ملے گی کہ کسی شخص کو ولی عہد بنائے جانے کے بعد پُر امن اور شورائی و جمہوری طریق کے مطابق اسے تبدیل کر کے کسی دوسرے اہل تر شخص کو خلیفہ بنایا گیا ہو۔ نظری اعتبار سے ولی عہد تو درکنار باقاعدہ منتخب شدہ خلیفہ بھی قابلِ عزل ہے، لیکن اگر ایک نا اہل فرد ایک مرتبہ امارت پر متمکن ہو جاتا ہے تو اُسے بھی معزول کرنا اور اس کی جگہ موزوں تر فرد کو لانا سخت مشکل

بلکہ عملی طور پر محال ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امت کے محدثین اور ائمہ مجتہدین کی اکثریت نے ایسے فرد کی خلافت کو بربنائے ضرورت اور بہ انسدادِ فتنہ و فساد کی غرض سے تسلیم کر لیا ہے اور افضل کی موجودگی میں بھی مفضول کی خلافت کو جائز سمجھا ہے۔ بہرکیف ولی عہدی کی تجویز خواہ امت کے لیے واجب التعمیل ہو یا نہ ہو، یہ محض مقدس تمنا بالاطائل ہوا میں اُڑ جانے والی قرارداد نہیں ہے۔ یہ دراصل وہ خشتِ اوّل ہے جو آنے والی خلافت کے لیے بنیاد کا کام دیتی ہے۔ اگر اس میں کجی ہے تو آئندہ تعمیر کا صحیح بنیادوں پر اٹھایا جانا جوئے شیر کا لانا بلکہ موجِ خون کا سر پر سے گزارنا ہے، جیسا کہ حضرت حسینؓ اور حضرت ابن زبیرؓ کی شہادت ہمیں بتا رہی ہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے بلاشبہ حضرت عمرؓ کو بطور جانشین تجویز کیا اور حضرت عمرؓ نے بھی مجلسِ مشاورت نامزد فرمائی۔ مگر جیسا کہ میں واضح کر چکا ہوں، انہوں نے دمِ واپسیں اور حالتِ نزع کے وقت ایسا کیا اور اپنے کسی رشتہ دار کو تجویز نہیں کیا۔ حضرت ابوبکرؓ کے الفاظ یہ تھے کہ یہ میرا آخری وقت ہے جبکہ ایک فاجر بھی تائب ہو جاتا ہے[1] اور حضرت عمرؓ کو جب آخر وقت میں امیر المومنین کہہ کر خطاب کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ آج مجھے امیر المومنین مت کہو، آج میں امیر نہیں رہا۔ ظاہر ہے کہ اس وقت کی وصیت کو آخر اس ولی عہدی کے تقرر سے کیا مماثلت ہو سکتی ہے جبکہ انسان بموجب ارشادِ نبویؐ صحیحاً شحیحاً ہو، ہر کس و ناکس سے ولی عہدی کی بیعت لی جا رہی ہو اور اس کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر تک شدِّ رحال کیا جا رہا ہو؟ ظاہر ہے کہ ان دونوں میں ظاہری و معنوی دونوں لحاظ سے بڑا فرق ہے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے معاملے میں اگرچہ عہد یا استخلاف کا لفظ حدیث کی کتابوں میں آیا ہے، لیکن ولایتِ عہد اور ولی العہد کی اصطلاح بعد میں مروّج ہوئی اور "ولی عہدی" ایک باقاعدہ استحقاقی و ترجیحی منصب بن گئی۔

---

[1] الصواعق المحرقہ ص۵۵ اور کنز العمال وغیرہ میں حضرت ابوبکرؓ کے آخری الفاظ یوں منقول ہیں: ھذا عہد ابی بکر فی آخر عہدہ من الدنیا خارجاً عنہا وعند اول عہدہ بالآخرۃ داخلاً فیہا حیث یومن الکافر ویوقن الفاجر ویصدق الکاذب . . . (یہ ابوبکر کی اُس گھڑی کی وصیت ہے جبکہ اس کے دنیا سے جانے کا آخری وقت اور آخرت میں داخل ہونے کا اولین وقت ہے، جبکہ کافر بھی ایمان لے آتا ہے، فاجر کو بھی یقین ہو جاتا ہے اور جھوٹا بھی سچ بولنے لگتا ہے . . .)۔ شرح فقہ اکبر ملا علی قاری ص۸ پر بھی معمولی تغیرِ لفظی کے ساتھ یہی وصیت منقول ہے۔

یزید کی اہلیتِ خلافت؟ یزید کی ولی عہدی پر بحث کرتے ہوئے مدیرِ "البلاغ" نے جو تنقیحات قائم کی تھیں، ان میں سے پہلی یہ تھی کہ "ولی عہد بنانے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟" دوسری یہ تھی کہ "یزید خلافت کا اہل تھا یا نہیں؟" لیکن دوسری تنقیح کو بحث میں لاتے وقت انہوں نے اسے اِس عنوان میں بدل دیا ہے کہ "کیا حضرت معاویہؓ یزید کو خلافت کا اہل سمجھتے تھے؟" حقیقت یہ ہے کہ یزید کا خلافت کے لیے اہل ہونا اور حضرت معاویہؓ کا اُسے اپنی رائے میں اہل سمجھ لینا، ان دونوں باتوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ حضرت معاویہ نے اہلِ حل و عقد کی رائے معلوم کیے بغیر اپنے بیٹے کو اہل یا اہل ترین فرد سمجھ لیا ہو اور فی الواقع وہ نااہل بلکہ نااہل ترین شخص ہو؟ یہ بات پہلے واضح کی جاچکی ہے کہ جمہور امت کا مسلک یہ ہے کہ اگر ایک پیش رو خلیفہ کسی دوسرے کو اپنا جانشین یا ولی عہد تجویز کرنا چاہے تو اسے اُمت کے اہل ترین فرد کا انتخاب کرنا چاہیے جس میں جملہ شرائط خلافت بدرجہ اتم موجود ہوں اور یہ تجویز و انتخاب ارکانِ شوریٰ کے مشورے سے ہونا چاہیے۔ اس کے بعد ہی یہ امر متحقق ہو سکتا ہے کہ خلیفہ جس شخص کو نامزد کرنا چاہتا ہے اور جسے وہ جانشینی کا اہل سمجھ رہا ہے، وہ اُمت اور اس کے مجاز نمائندوں کے نزدیک بھی اہل ہے یا نہیں۔ اگر خلیفہ کا تجویز کردہ شخص اس کا بیٹا ہو، تب تو اربابِ حل و عقد کی منظوری اور بھی زیادہ ضروری ہے۔ اور وہ اہلِ حل و عقد بھی شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے بقول مستجمعینِ شروطِ خلافت، یعنی ایسے افراد ہونے چاہییں جو اپنے اندر پوری طرح شرائطِ خلافت کو جمع کیے ہوئے ہوں۔ اگر ایسا نہ ہو تو اس بات کا قوی خدشہ ہے کہ بیٹے کی محبت باپ پر غالب آجائے اور اس کی قوتِ فیصلہ اور صوابدید کو متاثر کردے۔ اس میں کسی کی ذات پر یا نیت پر حملے کا کوئی سوال نہیں۔ کیا خدا کی کتاب اور اس کے نبیؐ کے ارشادات اس پر بار بار شہادت نہیں دیتے کہ اولاد ہمارے لیے آزمائش ہے، وہ ہمارے لیے مزین کردی گئی ہے اور وہ ہمارے لیے خطرناک دشمن ثابت ہو سکتی ہے؟ کیا حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ ایک مخلص مومن اور بدری صحابی ہونے کے باوجود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتہائی نازک اور اہم جنگی راز مشرکین پر محض اس لیے نہیں فاش کر بیٹھے تھے کہ ان کے اہل و عیال کو کوئی گزند نہ پہنچے؟

حق بات یہ ہے کہ یزید کا خلافت یا ولی عہدی کے لیے اہل یا اہل تر ہونا تو درکنار، اس کی نااہلیت اور اس کا فسق و فجور ایک ایسی کھلی ہوئی تاریخی حقیقت ہے جس کا انکار محض مکابرہ ہے۔ اگر وہ خلیفہ کا بیٹا نہ ہوتا

تو وہ آخری شخص ہو سکتا تھا جس کی جانب کسی کی نگاہِ انتخاب اٹھ سکتی تھی۔ لیکن خوش قسمتی یا بد قسمتی سے چونکہ وہ خلیفہ کا بیٹا تھا اور خلیفہ نے اُسے اپنی نظر میں اہل سمجھ کر چُن لیا تو اب اس خلفِ رشید کا فجور و تقویٰ گوناگوں بحث کا موضوع بن گیا۔ بعض نے کہا کہ وہ تو بڑا عابد و زاہد اور لائق و فائق تھا، اس کی عیاشی و بد اعمالی کی داستانیں محض افسانے ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ اس کے فسق و فجور میں تو شک نہیں مگر وہ امیر معاویہؓ سے آخر دم تک مخفی رہ گیا یا رکھا گیا۔ بعض نے کہا کہ ولی عہدی کے وقت اُسے والدِ محترم نے یا دوسرے بہی خواہوں نے سرزنش کی اور وہ سُدھر گیا۔ اب مولانا عثمانی صاحب نے فسق و فجور اور صلاح و تقویٰ دونوں کے مابین یوں تطبیق و توضیح فرما دی کہ یزید ویسے تو بہت اچھا تھا مگر سانحہ کربلا نے اس کی شہرت کو داغدار کر دیا۔ گویا کہ حضرت حسینؓ اور آپ کے بہتر ساتھیوں کا سنگدلانہ قتل شاید کسی گاڑی کا حادثہ تھا جو کسی بڑے ـــ نیک دل اور بھلے مانس ڈرائیور کے ساتھ محض سُوءِ اتفاق سے پیش آ گیا اور اس کے آگے پیچھے اور گرد و پیش کی فضا میں کوئی ایسے سلسلۂ اسباب و واقعات کا وجود تک نہ تھا جس کا یزید ذمہ دار یا بانی ہو، اور یزید کے خصائل و سوابق سے جس کا کوئی واسطہ ہو۔ اگر یہی بات ہے تو پھر آپ بھی کھل کر کیوں نہیں کہہ دیتے کہ حضرت حسینؓ اور حضرت ابن زبیرؓ کی روش ـــــ اسے خروج کہیے، عدمِ بیعت کہیے، فسخِ بیعت کہیے یا بغاوت و انتشار پسندی کہیے ـــــ بالکل بے جواز اور قابلِ مواخذہ تھی؛ جب یزید صالح، طالبِ خیر اور نیکوکار تھا اور واقعۂ کربلا تک اس میں یہ سارے اوصاف اور نجابت و صلاحیت پائی جاتی تھی، تو پھر مجرد واقعہ کربلا سے اُس کی تصویر آخر کیوں مکروہ اور اس کی شہرت کیوں مجروح ہونے لگی۔ پھر تو سارا قصور حسینؓ ہی کا تھا کہ انہوں نے یزید کے دستِ حق پرست پر فوراً بیعت نہ کر لی اور وہ راستہ اختیار کیا جس نے انہیں صحرائے کرب و بلا جا پہنچایا۔ اہلیتِ یزید کے حق میں اس استدلال کے بعد محمود عباسی صاحب اور اپنے موقف کے مابین جو باریک فرق آپ پیدا کر رہے ہیں، اس کی کوئی حقیقت و اہمیت باقی نہیں رہتی۔

یزید کی صالحیت؛ یزید کی صلاحیت و صالحیت کے متعلق جو دلائل و شواہد "البلاغ" میں دیئے گئے ہیں وہ بھی قابلِ دید و قابلِ داد ہیں۔ سب سے پہلے یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب حضرت سعید بن عثمانؓ نے یزید کی ولی عہدی پر اعتراض کیا تو حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ اگر فلاں میدان تم جیسے آدمیوں سے بھر جائے

تو بھی یزید تم سے بہتر اور زیادہ محبوب ہو گا۔ اب قطع نظر اس سے کہ یہ باپ کا بیٹے کے حق میں بیان ہے اس میں حضرت معاویہؓ نے یہ بالکل واضح نہیں فرمایا کہ وہ کیا وجوہ و خصائص ہیں جن کی بنا پر یزید حضرت سعید سے زیادہ محبوب اور بہتر تھا۔ اس کے بغیر آخر کیسے آپ کا یہ ارشاد اس معاملے میں فیصلہ کُن ہو سکتا ہے کہ آیا یزید فی الواقع اہل خلافت تھا۔ بیٹا باپ کو محبوب تو ہوتا ہی ہے۔

اس کے بعد عثمانی صاحب نے امیر معاویہؓ کی ایک دعا نقل کی ہے۔ اس میں بلاشبہ آپ کی یہ خواہش مذکور ہے کہ اگر یزید اس منصب کا اہل ہے تو اللہ اس کی ولایت کو پُورا فرما دے، ورنہ اس کی روح قبض کرے۔ لیکن ان دُعائیہ کلمات سے بھی یزید کی فضیلت و اہلیت ثابت نہیں ہوتی بلکہ صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ امیر معاویہؓ اپنی رائے میں نیک نیتی کے ساتھ اُسے ایسا سمجھتے تھے، لیکن یہ رائے جیسا کہ عرض کیا جا چکا غلطی اور مبالغے کے احتمال سے خالی نہیں ہو سکتی۔ بلاذریؒ کا جو حوالہ نقل کیا گیا ہے، اس میں حضرت ابن عباسؓ کا محض یہ قول منقول ہے کہ امیر معاویہؓ کا بیٹا" ان کے صالح اہل خانہ میں سے ہے۔" میری سمجھ میں نہ آ سکا کہ اس میں سے یزید کے فضائل و مناقب کہاں سے نکل آئے؟ کسی شخص کے مِن صَالحی اَھلہ ہونے سے یہ کیسے لازم آتا ہے کہ وہ پُوری اُمت کی امامت و قیادت کے لیے بھی موزوں ہے؟ پھر یہاں اصلح کا صیغہ تفضیل بھی نہیں استعمال ہوا، گویا کہ مطلب یہ ہے کہ اس گھر میں جو اچھے لوگ ہیں، ان میں سے ایک یزید بھی ہے۔ اس کے بعد حضرت محمد بن حنفیہ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ میں نے یزید کو نماز کا پابند اور خیر کا طالب پایا۔ وہ فقہ کے مسائل پوچھتا ہے اور سنت کا پابند ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ محمد بن حنفیہ تھوڑا عرصہ جا کر شام میں یزید کے پاس ٹھہرے تھے اور جو کچھ آپ نے دیکھا وہ بیان کر دیا۔ لیکن بعض دوسرے حضرات، جن میں صحابہ کرام بھی شامل ہیں اور جو یزید کے حالات سے زیادہ واقف تھے، انہوں نے جو کچھ یزید کے بارے میں فرمایا ہے وہ اس سے بالکل مختلف ہے۔ مثلاً حضرت مقدامؓ بن معدیکرب نے جو کچھ حضرت معاویہؓ کے سامنے فرمایا تھا، اُسے میں مُسند احمد اور سُنن ابی داوٗد کے حوالے سے پہلے نقل کر چکا ہوں۔ آئندہ کسی موقع پر ان شاء اللہ میں پُوری تفصیل دوں گا۔ یہاں میں صرف اتنی بات پر اکتفا کرتا ہوں کہ نماز پڑھنا اور فقہ کے مسائل پوچھنا آج کل کے زمانے میں تو بلاشبہ بڑی نیکی کی علامت ہے، لیکن اس زمانے کا بُرے سے بُرا شخص بھی ان اعمال سے خالی نہ تھا۔ آخر عبدالملک بن مروان اور اس کا گورنر حجاج بھی تو دونوں نماز روزے

کے پابند تھے اور فقہ کے مسائل پوچھتے بلکہ بتاتے تھے، حالانکہ اسی حجاج کے متعلق امام ترمذی، سُنن، کتاب الفتن میں صحیح سند کے ساتھ ہشام بن حسان سے روایت کرتے ہیں کہ حجاج نے ایک لاکھ انسانوں کو مُشکیں کس کے قتل کیا تھا۔

مولانا عثمانی صاحب نے حضرت محمد بن حنفیہ کا قول تو ابن کثیرؒ سے نقل کر دیا ہے لیکن اور متعدد اقوال جو یزید کے فاسق ہونے پر دلالت کرتے ہیں، ان سے صرفِ نظر کر لیا ہے اور اسی البدایہ میں ابن کثیر نے (جلد ۸ص ۲۳۲) پر خود اپنی جو رائے بیان کی ہے اُسے بھی قابلِ اعتناء نہیں سمجھا۔ وہ فرماتے ہیں:

قلت يزيد بن معاوية اكثر ما نقم عليه في عمله شرب الخمر واتيان بعض الفواحش فاما قتل الحسين فانه كما قال جده ابو سفيان يوم احد لم يامر بذالك ولم يسؤه

مَیں کہتا ہوں کہ یزید بن معاویہؓ کے اعمال میں اکثر جو چیز ناپسند کی گئی ہے وہ اس کی شراب نوشی اور ارتکابِ فواحش تھی۔ جہاں تک حضرت حسینؓ کے قتل کا تعلق ہے تو یہ معاملہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ اس کے دادا ابو سفیانؓ نے اُحد کے دن کہا تھا کہ مسلمانوں کے قتل او مُثلہ، کا حکم اس نے نہیں دیا، مگر جو کچھ ہُوا وہ اُس کے لیے باعثِ افسوس بھی نہیں ہے۔

پھر عثمانی صاحب نے یزید کی شہرت کو خراب کرنے والا واقعہ صرف قتلِ حسین ہی بیان کیا ہے معلوم نہیں اس کے بعد واقعۂ حرّہ میں جو کچھ ہُوا، اس کا بھی فسقِ یزید سے کچھ تعلق مولانا عثمانی صاحب کے خیال میں ہے یا نہیں یا اس میں بھی وہ یزید کو معذور اور حق بجانب ہی سمجھتے ہیں۔ اس واقعہ پر ابن کثیر نے اسی جلد کے ص۲۲۳ پر ان الفاظ میں تبصرہ کیا ہے:

وقد اخطأ يزيد خطأ فاحشا في قوله لمسلم بن عقبة ان يبيح المدينة ثلاثة ايام و هذا خطأ كبير فاحش مع ما انضم الى ذالك من قتل خلق من الصحابة وابنائهم وقد

یزید نے مسلم بن عُقبہ کو یہ حکم دے کر خطائے عظیم کا ارتکاب کیا کہ وہ مدینہ کو تین دن کے لیے مباح قرار دیدے۔ یہ بہت بڑی فاحش غلطی تھی بالخصوص جبکہ اس طرح صحابہ کرام اور ان کی اولاد کی بڑی تعداد قتل کی گئی پہلے بیان

تقدم انہ قتل الحسین و اصحابہ علی یدی ابن زیاد وقد وقع فی ہذہ الثلاثۃ ایام من المفاسد العظیمۃ فی المدینۃ النبویۃ مالا یحد ولا یوصف مما لا یعلمہ الا اللہ عزوجل وقد اراد بارسال مسلم بن عقبۃ توطید سلطانہ وملکہ ودوام ایامہ من غیر منازع فعاقبہ اللہ بنقیض قصدہ و حال بینہ و بین ما یشتہیہ فقصمہ اللہ قاصم الجبابرۃ واخذہ اخذ عزیز مقتدر وَکَذٰلِکَ اَخْذُ رَبِّکَ اِذَا اَخَذَ الْقُرٰی وَھِیَ ظَالِمَۃٌ اِنَّ اَخْذَہٗ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ (الآیہ)

ہو چکا کہ اسی یزید نے حضرت حسینؓ اور آپ کے رفقاء کو ابنِ زیاد کے ہاتھوں قتل کرایا۔ واقعۂ حرّہ کے ان تین دنوں میں مدینۂ نبویہ میں ایسے مفاسد عظیمہ رونما ہوئے جو بے حد و حساب اور ناقابلِ بیان ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی انہیں جانتا ہے۔ یزید نے چاہا تھا کہ مسلم بن عقبہ کو اس حرکت پر مامور کر کے اپنی بادشاہی کو مضبوط کرے، حکومت کو دوام عطا کرے اور کوئی اس کا مدِمقابل نہ رہے پس اللہ نے اس کے عزائم کو ناکام بنا دیا، اُسے سزا دی اور اس کی خواہشات کے راستے میں حائل ہو گیا۔ پھر اللہ نے اُسے ایسا چکنا چور کیا جیسا کہ وہ جابروں اور ظالموں کو کرتا ہے اور اُسے ایسا پکڑا جیسا کہ زبردست اور طاقتور پکڑتا ہے۔ "اور تیرے رب کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے جب وہ آبادیوں کو گرفت میں لیتا ہے جبکہ وہ ظلم ڈھاتی ہیں۔ یقیناً اس کی گرفت المناک اور سخت ہوتی ہے۔"

مولانا محمد تقی صاحب بار بار یہ کہتے ہیں کہ یزید کا فسق و فجور کسی قابلِ اعتماد روایت سے ثابت نہیں اور حضرت معاویہؓ نے اُسے محبتِ پدری کی بنا پر ولی عہد نہیں بنایا تھا۔ حالانکہ ابن خلدون جنہوں نے اس ولی عہدی کو جائز و صحیح ثابت کرنے کی پوری کوشش کی ہے، انہوں نے بھی اس بحث کے دوران میں جابجا فسقِ یزید کو برملا تسلیم کیا ہے، بلکہ ان لوگوں پر سخت نکیر کی ہے جو اسے فاسق کے بجائے عادل مان کر امام حسینؓ کے موقف کو مجروح و مشکوک بناتے ہیں۔ باقی جہاں تک جذبۂ محبت کے کارفرما ہونے کا تعلق ہے، اس کا ثبوت ابن کثیر کی اس عبارت سے مل رہا ہے جو خود مدیرِ "البلاغ" نے اس بحث میں البدایہ، ج ۸، ص ۸۰ سے نقل کی ہے کہ امیر معاویہؓ کی رائے یہ تھی کہ "یزید خلافت کا اہل ہے اور یہ رائے باپ بیٹے کی

شدید محبت کی وجہ سے تھی، نیز اس لیے تھی کہ وہ یزید میں دنیوی نجابت اور شاہزادوں کی سی خصوصیات، فنونِ جنگ سے واقفیت اور انتظامِ سلطنت کی صلاحیت دیکھتے تھے"۔ لیکن اس بات کا آخر کون دعویٰ کر سکتا ہے کہ خلیفۂ وقت کا بیٹا ہونے کے سوا دیگر صفاتِ مذکورہ رکھنے والا کوئی دوسرا شخص موجود نہ تھا۔

ابن حجرؒ مکی کے اقوال یزید اور ولی عہدیٔ یزید کے مسئلے پر جو کچھ علمائے سلف نے لکھا ہے، میں ان میں سے اب امام ابن حجر ہیتمی مکی کے چند اقتباسات پیش کرنا چاہتا ہوں جو ائمۂ شافعیہ میں بلند مقام رکھتے ہیں۔ ان کی دو کتابیں "الصواعق المحرقۃ فی الرد علی اہل البدعۃ والزندقۃ" اور "تطہیر الجنان واللسان عن الخطور والتفوہ بثلب سیدنا معاویۃ بن ابی سفیان" بہت مشہور ہیں۔ مدیرِ "البلاغ" نے اپنے سلسلۂ بحث میں ان کے حوالے جابجا دیئے ہیں اور ایک مقام پر یہ صراحت بھی ضروری سمجھی ہے کہ "اس حوالے کے لیے ہم محترم جناب مولانا محمد یوسف صاحب خطیب جامع اہلِ حدیث کے شکر گزار ہیں"۔ عدالتِ صحابہ کی بحث میں ابن حجرؒ کی جو عبارتیں نقل کی گئی ہیں، ان کے متعلق تو ان شاء اللہ آگے چل کر میں عرض کروں گا، یہاں میں اتنی بات واضح کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ مذکورۂ بالا دونوں کتابیں اہلِ سنت کا عقیدہ و مسلک خوارج و اہلِ تشیّع کے بالمقابل پیش کرتی ہیں۔ پہلی کتاب میں خلفائے راشدین کے مناقب و مآثر درج کیے گئے ہیں اور ان کے خلاف اعتراضات کا رد کیا گیا ہے اور دوسری کتاب، جیسا کہ اس کا نام ہی بتا رہا ہے حضرت معاویہؓ کے فضائل پر مشتمل ہے اور مختصرات میں یہ ایک اہم تالیف ہے جو امیر معاویہؓ کے دفاع میں لکھی گئی ہے۔ اب اسی کتاب تطہیر الجنان کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

---

[1] اس کتاب کا ایک حوالہ میں نے گزشتہ ترجمان میں دیا تھا جس سے ثابت ہوتا تھا کہ یزید نے حضرت حسنؓ کو زہر دلوایا تھا، مگر عبارت نقل نہ ہو سکی۔ الفاظ یہ ہیں: وکان سبب موته ان زوجته جعدة بنت الاشعث بن قيس الكندي دس اليها يزيد ان تسمه ويتزوجها وبذل لها مائة الف درهم. ففعلت (الصواعق المحرقۃ ص ۸۶ مطبعہ میمنیہ، مصر سنہ ۱۳۰۸ھ)۔ "حضرت حسنؓ کی موت کا سبب یہ ہوا کہ یزید نے ان کی بیوی جعدہ بنت الاشعث بن قیس کندی سے سازش کی کہ وہ ان کو زہر دیدے اور وعدہ کیا کہ وہ اس سے شادی کرے گا اور اسے ایک لاکھ درہم دیئے۔ چنانچہ اس نے زہر دے دیا"۔

مزید محبته ليزيد اعمت عليه طريق الهدى
واوقعت الناس بعده مع ذلك الفاسق المارق
فى الردى، لكنه قضاء انحتم وقدر انبرم۔
فسلب عقله الكامل وعمله الشامل و
دهاءه الذى كان يُضرب به المثل وزين
له من يزيد حسن العمل وعدم
الانحراف والخلل كل ذلك لما اشار
اليه الصادق المصدوق صلى الله عليه
وسلم انه اذا اراد الله انفاذ امره
فسلب ذوى العقول عقولهم حتى
ينفذ ما اراده تعالى - فمعاوية معذور
فيما وقع فيه ليزيد لانه لم يثبت عنده
نقص فيه بل كان يزيد يدس على ابيه
من يحسن له حاله حتى اعتقد انه اولى
من ابناء بقية الصحابة كلهم فقدمه
عليهم مصرحا بتلك الاولوية التى تخيلها
ممن سلط عليه يحسنها له اختيارا للناس
عن ذالك انما هو لظن انهم انما كرهوا
توليته لغير فسقه من حسد ونحوه

(تطہیر الجنان ص [illegible] مطبعۂ میمنیہ، مصر، ۱۳۰۷ھ)

امیر معاویہؓ پر یزید کے غلبۂ محبت نے طریقِ ہدایت گم کر دیا اور اس فاسق و بے دین کے ساتھ دوسرے لوگوں کو بھی ہلاکت میں ڈال دیا۔ لیکن قضا و قدر کی جو بات قطعی تھی وہ پوری ہو کر رہی۔ پس آپ کی وہ ذہنی و عملی صلاحیت اور ضرب المثل مدبرانہ قابلیت سلب کر لی گئی اور اُن کے لیے یہ بات مزین کر دی گئی کہ یزید نیکوکار اور انحراف و خلل سے پاک ہے۔ یہ سب کچھ اس ارشاد نبویؐ کے مطابق ہوا جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرما دیا تھا کہ جب اللہ کسی امر کو نافذ کرنا چاہتا ہے تو عقل والوں کی عقل چھین جاتی ہے حتیٰ کہ اللہ اپنے ارادے کا نفاذ فرما دیتا ہے۔ پس معاویہؓ نے جو کچھ یزید کے لیے کیا وہ اس میں معذور تھے کیونکہ ان کے نزدیک اس میں کوئی نقص ثابت نہ تھا۔ بلکہ یزید اپنے والد کے پاس ایسے لوگوں کو گھسا دیتا تھا جو ان کے سامنے اُس کے کوائف کو اچھا بنا کر پیش کرتے تھے، یہاں تک کہ وہ یقین کرنے لگے کہ یزید صحابہ کرام کی موجود اولاد سے افضل ہے۔ پس انہوں نے اس فضیلت کی تصریح کرتے ہوئے یزید کو ان سب پر ترجیح دی اور یہ فضیلت کا تخیل ان لوگوں کا پیدا کردہ تھا جو امیر معاویہ پر مسلط کیے گئے تھے تاکہ وہ یزید کی اس افضلیت کو ان کے لیے خوشنما بنائیں۔ امیر معاویہ کا یزید کو ولی عہد منتخب کرنا اس بنا پر تھا کہ ان کے گمان میں لوگ یزید کی ولی عہدی کو فسق کی وجہ سے نہیں بلکہ حسد وغیرہ کے باعث ناپسند کرتے تھے۔

اب ایک طرف یزید کی وہ تصویر رکھیے جو عثمانی صاحب پیش کر رہے ہیں کہ اس کی سیرت واقعۂ کربلا سے پہلے بالکل بے داغ تھی اور وہ ہر طرح خلافت کا اہل تھا، اور دوسری طرف ابن حُجر کو دیکھیے کہ وہ یزید کی بے دینی اور مکاری و پُرکاری اور امیر معاویہؓ کی مغلوبیت اور سادگی کو کس رنگ میں پیش کر رہے ہیں؟

اسی سلسلے میں اسی کتاب کے صفحہ ۱۲۰ کا ایک اقتباس بھی دیکھیے:

الصحابة رضی اللہ عنہم کلھم عدول مجتہدون علی الصواب الذی لا یجوز لاحد ان یعتقد غیرہ۔ لکنھم مع ذالك قد یقع من احدھم مما لا یلیق بمقامه فیعذر له بالنسبة الیه کاستخلاف معاویة یزید۔ فان مزید محبة الولد زین له رویة کماله واعمی عنه رویة عیوبه التی ھی اوضح من الشمس فی رابعة النهار۔ فھذا بحسب کمال معاویة زلة یغفر اللہ له ولا یجوز التاسی به فیها فمن تاسی به فیها کب علی منخریه فی النار۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب کے سب ایسے عادل، مجتہد اور راستی پر ہیں کہ کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اس کے سوا کوئی اور عقیدہ رکھے لیکن اس کے باوجود ان سے ایسے عمل کا صدور ہو سکتا ہے جو ان کے مقام کے لائق نہ ہو کہ اس مقام کی نسبت سے اس پر عذر پیش کیا جا سکے۔ مثلاً معاویہؓ کا یزید کو جانشین بنانا، یقیناً بیٹے کی محبت کی زیادتی نے اس کے کمال کو ان کے لیے مزین بنا دیا اور اس کے وہ عیوب ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے جو دن چڑھے سورج سے بھی زیادہ تر واضح تھے امیر معاویہؓ کے کمال کی نسبت سے یہ ایک لغزش ہے جسے اللہ بخش دیگا۔ لیکن اس معاملہ میں ان کی تقلید جائز نہیں پس جو ان کی اس میں پیروی کرے گا وہ اوندھے منہ دوزخ میں جائیگا۔

اسی کتاب کے صفحہ ۶۶ پر ابن حجر فرماتے ہیں:

اننا فرقنا بینه وبین ولده واعطینا کلا ما یستحقه لانا متعبدون بالادلة من غیر عصبیة ولا علة۔ ولو کان الامر بالتعصب والمحاباة لما خالفنا معاویة فی ولده الذی

ہم نے امیر معاویہ اور ان کے بیٹے کے درمیان فرق ملحوظ رکھا ہے اور دونوں کے متعلق وہی بات کہی ہے جس کے وہ حقدار تھے۔ کیونکہ ہم کسی تعصب و ناخوشی کے بغیر فقط دلائل کے پیرو ہیں۔ اگر ہمارا معاملہ تعصب اور

قال فیہ لولا ھوای فیہ لرأیت قصدی ای لھدیت الی اوسط الامور واعدلھا فی استخلاف غیرہ۔	جانبداری پر مبنی ہوتا تو ہم معاویہؓ کے لڑکے کے بارے میں ان سے اختلاف نہ کرتے جس کے متعلق انہوں نے فرمایا تھا اگر مجھے اس سے محبت نہ ہوتی تو میں راہِ اعتدال پا لیتا، یعنی میں یزید کے بجائے کسی دوسرے کو جانشین بنا کر زیادہ بہتر اور منصفانہ طریقہ اختیار کرتا۔

انہی امام ابن حجرؒ کی بعض تحریروں کے بل پر مدیرِ "البلاغ" نے عدالتِ صحابہ کے متعلق جو اختراعی نظریہ و عقیدہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے، اس پر یہاں قبل از وقت بحث کرنا میرے لیے ممکن نہیں ہے، لیکن یزید کی ولی عہدی کے جواز پر اجماعِ امّت کا جو فتویٰ مدیر موصوف دے رہے ہیں، اُسے سامنے رکھتے ہوئے میں فقط یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ ابن حجرؒ کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں جو یہ کہہ رہے ہیں کہ امیر معاویہ نے فاسق و مارق بیٹے کی محبت میں آکر امت کو تباہی سے دوچار کیا اور جو شخص بعد میں ایسا کرے گا وہ منہ کے بل آگ میں گرے گا؟ پھر اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ابنِ حجر کوئی مجرّد تاریخی بحث نہیں کر رہے ہیں بلکہ ان کی کتاب کا موضوع ہی یہ ہے کہ حضرت معاویہؓ کے مناقب کا اثبات اور آپ کے مثالب کا ابطال کیا جائے اور معترضین کے شبہات و اعتراضات سے لوگوں کے دلوں اور ان کی زبانوں کو پاک کیا جائے۔ اس کے باوجود مولانا مودودی نے جو کچھ لکھا ہے اور جس پیرائے میں لکھا ہے۔ اس سے شدید تر اور واضح تر انداز میں ابن حجرؒ نے لکھا ہے۔ اس کے صرف چند نمونے میں نے نقل کیے ہیں۔ اس کے باوجود مولانا عثمانی صاحب، مولانا مودودی کی جانب روئے سخن کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ امیر معاویہؓ نے یزید کو بیٹا ہونے کی وجہ سے خلافت کے لیے نامزد کیا تھا وہ تحکم و ظلم کا ارتکاب کرتا ہے!

یزید کی مغفوریت بعض حضرات اس حدیث سے بھی یزید کے مناقب و محامد ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو صحیح بخاری اور دیگر کتب میں غزوۂ روم کے سلسلے میں وارد ہوئی ہے اور جس میں شرکائے غزوہ کو مغفرت کی بشارت دی گئی ہے۔ بعض قارئین نے مجھ سے تقاضا کیا ہے کہ اس خوشخبری کے مفہوم پر بھی روشنی ڈالی جائے۔ میرے لیے اس موضوع پر یہاں تفصیلی بحث ممکن نہیں ہے۔ اگر اللہ نے کبھی مہلت عطا فرمائی تو پوری شرح و

بسلسلے کے ساتھ میں بعض متعلقہ مباحث پر گفتگو کروں گا۔ یہاں میں سر دست شاہ ولی اللہ صاحب کی شرح تراجم بخاری کا ایک اقتباس نقل کرتا ہوں جو مختصر ہونے کے باوجود جامع اور فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے۔ کتاب الجہاد باب ما قیل فی قتال الروم کے زیر عنوان فرماتے ہیں:

قوله مغفور لهم تمسك بعض الناس بهذا الحديث في نجاة يزيد لانه كان من جملة هذا الجيش الثاني بل كان رأسهم رئيسهم على ما يشهد به التواريخ والصحيح انه لا يثبت بهذا الحديث الا كونه مغفوراً له ما تقدم من ذنبه على هذه الغزوة لان الجهاد من الكفارات وشأن الكفارات ازالة آثار الذنوب السابقة عليها لا الواقعة بعدها نعم لو كان مع هذا الكلام انه مغفور له الى يوم القيامة لدل على نجاته وليس فليس۔ بل امره مفوض الى الله تعالى فيما ارتكبه من القبائح بعد هذه الغزوة من قتل الحسين عليه السلام وتخريب المدينة والاصرار على شرب الخمر۔ ان شاء عفا عنه وان شاء عذبه كما هو مطرد في حق سائر العصاة على ان الاحاديث الواردة في شان من استخف بالعترة الطاهرة والملحد في الحرم والمبدل للسنة تبقى مخصصات

"مغفور لہم" کے ارشاد نبوی کو دلیل بنا کر بعض لوگوں نے یزید کی نجات پر استدلال کیا ہے کیونکہ وہ بھی اس دوسرے لشکر میں شامل بلکہ ان کا سالار تھا جیسا کہ تاریخ گواہی دیتی ہے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اس حدیث سے صرف اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ اس غزوے سے پہلے کے گناہ جو یزید نے کیے تھے، وہ بخشے گئے۔ کیونکہ جہاد کفارات میں سے ہے اور کفارات کا معاملہ یہ ہے کہ ان سے پہلے کے گناہ زائل ہوتے ہیں، نہ کہ بعد کے۔ ہاں، اگر آنحضورؐ کے کلام کے ساتھ یہ الفاظ بھی ہوتے کہ اس کی مغفرت قیامت کے دن تک ہے، تب وہ اس کی نجات پر دلالت کرتے اور اگر یہ الفاظ نہیں ہیں تو نجات پر دلالت بھی نہیں ہے بلکہ اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ اس غزوے کے بعد جن قبائح کا ارتکاب اس نے کیا، یعنی حسین رضی اللہ عنہ کو قتل کیا، مدینہ منورہ کو تباہ کیا اور شراب نوشی پر اصرار کیا ان پر اگر اللہ چاہے تو معاف کر دے اور چاہے تو عذاب دے جیسا کہ تمام عاصیوں کے بارے میں طے شدہ ہے۔ اور اگر یزید کی

لھذا العموم لو فرض شموله لجميع الذنوب شمولیت تمام گناہوں میں مان لی جائے تو تمام گنہگاروں کے متعلق جو عمومی اصول طے ہے (کہ ان کی معافی اور سزا دونوں کا امکان ہے) یزید کے معاملے میں وہ عموم (شرح تراجم ابواب صحیح البخاری، دائرۃ المعارف العثمانیہ ۱۳۶۸ھ) بھی باقی نہ رہے گا بلکہ اس میں وہ احادیث تحدید و تخصیص پیدا کر دیں گی جن میں اہلِ بیت کا استخفاف کرنے والوں، حرم میں الحاد کرنے والوں اور سنت میں ردّ و بدل کرنے والوں کو وعید ہے۔

شاہ صاحبؒ کا ارشاد اپنی جگہ واضح ہے۔ بدری صحابہ کرام کی فضیلت و منقبت میں جو نصوصِ کتاب و سُنّت وارد ہیں، وہ کسی سے مخفی نہیں، حتیٰ کہ ان کے حق میں فرمایا گیا کہ وہ جو چاہیں کرتے رہیں، ان پر کوئی گرفت نہیں۔ اس کے باوجود ان پر اجرائے حدود ہوا۔ ان میں سے (ثعلبہ) مدینہ چھوڑ کر دیہات میں آباد ہوتے اور صلوٰۃ جمعہ اور زکوٰۃ کی ادائیگی میں تساہل کیا۔ پھر نادم ہوتے، آکر زکوٰۃ پیش کی مگر اسے ردّ کر دیا گیا۔ بعد میں خلفائے راشدین نے بھی اس کی زکوٰۃ قبول کرنے سے انکار کر دیا، یہاں تک کہ اس کا انتقال اسی حال میں ہوا۔

مزید ایک بات جس کی طرف اشارہ کر دینا مناسب ہے، وہ یہ ہے کہ جو لوگ تاریخی روایات کا شدت سے انکار کرتے ہیں وہ بھی اِس غزوے والی حدیث کو یزید پر منطبق کرتے ہوئے تاریخ کا سہارا لینے پر مجبور ہیں کیونکہ حدیث میں تو یزید کا ذکر خیر نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام لے کر بشارت نہیں فرمائی۔ مزید تفصیلات تاریخ ہی بتاتی ہے اور جہاں تک تاریخ کا تعلق ہے اس میں کچھ اختلاف بھی منقول ہے کہ یزید لشکر میں تھا یا نہیں، تھا تو پہلے لشکر میں تھا یا دوسرے میں، اور کس حیثیت سے گیا تھا یا بھیجا گیا تھا؟ خیر، یہ بحث تو اپنی جگہ پر ہے، مجھے جو کچھ کہنا تھا وہ یہ کہ جو حامیانِ یزید تاریخ کو دریا بُرد کرنا چاہتے ہیں، انہیں خسارے کا یہ پہلو بھی مدِّ نظر رکھنا چاہیے کہ کتبِ تاریخ کو کالے پانی میں غرق کر دینے کے بعد مجرّد قرآن و حدیث سے یزید کے فضائل و مناقب کا استخراج بڑا دشوار ہو جائے گا (کتاب و سُنّت ذکرِ یزید سے پاک ہے۔

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کے ارشادات | اب میں آخر میں چاہتا ہوں کہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کی

کتاب "شہید کربلا" کے چند اقتباس بھی نقل کر دوں۔ مولانا موصوف کے فاضل فرزند کی نظر سے یہ کتاب ضرور گزر چکی ہو گی مگر دوسرے قارئین نے ممکن ہے کہ اس کا مطالعہ نہ کیا ہو۔ جناب مفتی صاحب کی عبارات مع عنوانات درج ذیل ہیں:

"خلافتِ اسلامیہ پر ایک حادثۂ عظیمہ"[1]

"خلافت کا سلسلہ جب امیر معاویہؓ پر پہنچتا ہے تو خلافتِ راشدہ کا رنگ نہیں رہتا، ملوکیت کی صورتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ معاویہؓ کو مشورہ دیا جاتا ہے کہ زمانہ سخت فتنہ کا ہے، آپ اپنے بعد کے لیے کوئی ایسا انتظام کریں کہ مسلمانوں میں پھر تلوار نہ نکلے اور خلافتِ اسلامیہ پارہ پارہ ہونے سے بچ جائے۔ باقتضاء حالات یہاں تک کوئی نامعقول یا غیر شرعی بات بھی نہ تھی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی آپ کے بیٹے یزید کا نام مابعد کی خلافت کے لیے پیش کیا جاتا ہے۔ کوفہ سے چالیس خوشامد پسند آتے ہیں یا بھیجے جاتے ہیں کہ معاویہؓ سے اس کی درخواست کریں کہ آپ کے بعد آپ کے بیٹے یزید سے زیادہ کوئی قابل اور ملکی سیاست کا ماہر نظر نہیں آتا، اس کے لیے بیعتِ خلافت لی جائے۔ حضرت معاویہؓ کو شروع میں کچھ تامل بھی ہوتا ہے، اپنے مخصوصین سے مشورہ کرتے ہیں۔ ان میں اختلاف ہوتا ہے، کوئی موافقت میں رائے دیتا ہے، کوئی مخالفت میں۔ یزید کا فسق و فجور بھی اُس وقت تک نہیں کھلا تھا۔ بالآخر بیعتِ یزید کا قصد کر لیا جاتا ہے اور اسلام پر یہ پہلا حادثۂ عظیم ہے کہ خلافتِ نبوت ملوکیت میں منتقل ہو جاتی ہے۔"

"اسلام پر بیعتِ یزید کا حادثہ"

"شام و عراق میں معلوم نہیں کس کس طرح خوشامد پسند لوگوں نے یزید کے لیے بیعت کا چرچا کیا اور یہ شہرت دی گئی کہ شام و عراق، کوفہ و بصرہ یزید کی بیعت پر متفق ہو گئے۔ اب حجاز کی طرف رُخ کیا گیا۔ حضرت معاویہؓ کی طرف سے امیر مکہ و مدینہ کو اس کام کے لیے مامور کیا گیا۔ مدینہ کا عامل مروان تھا۔ اس نے خطبہ دیا اور لوگوں سے کہا کہ امیر المومنین معاویہؓ ابوبکرؓ و عمرؓ

---

[1] جملہ عنوانات مفتی صاحب ہی کے تجویز فرمودہ ہیں۔

کی سنت کے مطابق یہ چاہتے ہیں کہ اپنے بعد کے لیے یزید کی خلافت پر بیعت لی جائے۔ عبدالرحمٰنؓ ابن ابی بکر کھڑے ہوئے اور کہا کہ یہ غلط ہے، یہ ابوبکرؓ و عمرؓ کی سنت نہیں، بلکہ کسریٰ و قیصر کی سنت ہے۔ ابوبکرؓ و عمرؓ نے خلافت اپنی اولاد میں منتقل نہیں کی اور نہ اپنے کنبہ و رشتہ میں۔ حجاز کے عام مسلمانوں کی نظریں اہلِ بیتِ اطہار پر لگی ہوئی تھیں، خصوصاً حضرت حسینؓ بن علیؓ پر، جن کو وہ بجا طور پر حضرت معاویہؓ کے بعد مستحق خلافت سمجھتے تھے۔ وہ اس میں حضرت حسینؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ، عبداللہؓ بن زبیر اور عبداللہؓ بن عباس کی رائے کے منتظر تھے کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ ان حضرات کے سامنے اوّل تو کتاب و سنت کا یہ اصول تھا کہ خلافتِ اسلامیہ خلافتِ نبوت ہے، اس میں وراثت کا کچھ کام نہیں کہ باپ کے بعد بیٹا خلیفہ ہو، بلکہ ضروری ہے کہ آزادانہ انتخاب سے خلیفہ کا تقرر کیا جائے۔ دوسرے یزید کے ذاتی حالات بھی اس کی اجازت نہ دیتے تھے کہ اس کو تمام ممالکِ اسلامیہ کا خلیفہ مان لیا جائے۔ ان حضرات نے اس سازش کی مخالفت کی اور ان میں سے اکثر آخر دم تک مخالفت پر جمے رہے۔ اس حق گوئی اور حمایتِ حق کے نتیجہ میں مکہ و مدینہ میں دار و رسن اور کوفہ و کربلا میں قتلِ عام کے واقعات پیش آئے۔"

"حضرت معاویہؓ مکہ میں"

"حضرت معاویہؓ حج کے لیے مکہ مکرمہ تشریف لائے۔ یہاں اوّل حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو بلایا اور فرمایا: "اے ابن عمر! تم مجھ سے کہا کرتے تھے کہ مجھے ایک رات ایسی گزارنا پسند نہیں جس میں میرا کوئی امیر نہ ہو۔ میں نے اس امر کے پیشِ نظر اپنے بعد کے لیے یزید کی خلافت پر بیعت لے لی ہے کہ میرے بعد مسلمانوں میں افراتفری نہ پھیلے۔ سب مسلمان اس پر متفق ہو گئے، تعجب ہے کہ آپ اختلاف کرتے ہیں۔ میں آپ کو متنبہ کرتا ہوں کہ مسلمانوں کے جمع شدہ نظم کو مختل نہ کریں اور فساد نہ پھیلائیں۔"

حضرت ابن عمرؓ نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا:

"آپ سے پہلے بھی خلفاء تھے اور ان کے بھی اولاد تھی۔ آپ کا بیٹا کچھ ان کے بیٹوں سے بہتر

نہیں ہے۔ مگر انہوں نے اپنے بیٹوں کے لیے وہ رائے قائم نہیں کی جو آپ اپنے بیٹے کے لیے کر رہے ہیں، بلکہ انہوں نے مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کو سامنے رکھا۔ آپ مجھے تفریقِ ملت سے ڈراتے ہیں، سو آپ یاد رکھیں کہ مَیں تفرقہ بین المسلمین کا سبب ہرگز نہ بنوں گا۔ مَیں مسلمانوں کا ایک فرد ہوں۔ اگر سب مسلمان کسی راہ پر پڑ گئے تو مَیں بھی ان میں شامل رہوں گا۔"

"اس کے بعد عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ سے اس معاملے میں گفتگو فرمائی۔ انہوں نے شدت سے انکار کیا کہ مَیں اس کو کبھی قبول نہیں کروں گا۔ پھر عبداللہ بن زبیرؓ کو بلا کر خطاب کیا، انہوں نے بھی ایسا ہی جواب دیا۔"

اجتماعی طور پر معاویہؓ کو صحیح مشورہ

"اس کے بعد حضرت حسینؓ بن علیؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ وغیرہ جا کر معاویہؓ سے ملے اور ان سے کہا کہ آپ کے لیے یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ آپ اپنے بیٹے یزید کے لیے بیعت پر اصرار کریں۔ ہم آپ کے سامنے تین صورتیں رکھتے ہیں جو آپ کے پیشروؤں کی سنت ہے:

۱۔ آپ وہ کام کریں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کہ اپنے بعد کسی کو متعین نہیں فرمایا، بلکہ مسلمانوں کی رائے عام پر چھوڑ دیا۔

۲۔ یا وہ کام کریں جو ابوبکرؓ نے کیا کہ ایک ایسے شخص کا نام پیش کیا جو نہ ان کے خاندان کا ہے، نہ ان کا کوئی قریبی رشتہ دار ہے اور اس کی اہلیت پر بھی سب مسلمان متفق ہیں۔

۳۔ یا وہ صورت اختیار کریں جو حضرت عمرؓ نے کی کہ اپنے بعد کا معاملہ چھ آدمیوں پر دائر کر دیا۔ اس کے سوا ہم کوئی چوتھی صورت نہیں سمجھتے، نہ قبول کرنے کے لیے تیار ہیں۔ مگر معاویہؓ کو اس پر اصرار رہا کہ اب تو یزید کے ہاتھ پر بیعت مکمل ہو چکی ہے۔ اس کی مخالفت آپ لوگوں کو جائز نہیں ہے۔" "شہیدِ کربلا" دارالاشاعت، مولوی مسافر خانہ، کراچی ص۱۱ تا ۱۶

اب مولانا مودودی کی عبارتوں پر جس طرح کی حاشیہ آرائی اور ان سے جس طرح کا استنتاج مدیر البلاغ نے کیا ہے، اگر دوسرا شخص بھی وہی طریقہ اختیار کرے تو کہہ سکتا ہے کہ یزید کی بیعتِ ولایت عہد کے معاملہ کو "سازش"

اور امیر معاویہؓ کو خوشامد پسند قرار دینا نیت پر حملہ ہے جس کا حق کسی شخص کو نہیں دیا جاسکتا اور حضرت معاویہؓ کے متعلق یہ کہنا کہ وہ اپنے صاحبزادے اور اس کی ولی عہدی کے حق میں پروپیگنڈا کرتے تھے اور صحابۂ کرام کو ڈراتے دھمکاتے تھے، ان پر بدعنوانیوں کا الزام ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ مولانا موصوف کی تحریر کو یہ معانی پہنانا اور ان سے یہ نتائج برآمد کرنا بالکل غلط ہے اور جو کچھ انہوں نے فی الاصل فرمایا ہے، وہ بالکل درست اور تاریخی تواتر سے ثابت ہے۔ البتہ میں مولانا محمد تقی صاحب سے ایک سوال ضرور کروں گا اور وہ یہ کہ جب مولانا مفتی محمد شفیع صاحب بھی حضرت حسینؓ، حضرت عبداللہ ابن عمرؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم کی یہ رائے بلا تنقید نقل کر رہے ہیں کہ "کتاب و سنت کا اصول یہ ہے کہ خلافتِ اسلامیہ، خلافتِ نبوت ہے اور اس میں وراثت کا کچھ کام نہیں کہ باپ کے بعد بیٹا خلیفہ ہو" اور مفتی صاحب کے بقول یزید کو ولی عہد بنانا "ایک سازش، خلافت اسلامیہ پر ایک حادثۂ عظیمہ اور اسلام پر ایک حادثہ" تھی تو پھر اس کے جواز پر اجماعِ امت کیسے ہو گیا جسے ثابت کرنے کی سعی "البلاغ" میں کی گئی ہے؟ میں حیران ہوں کہ بیٹے اور یزید جیسے بیٹے کی ولی عہدی کے جواز پر اجماع کے بعد پھر آخر شیعہ حضرات کے نظریۂ وصیت پر کیا اعتراض باقی رہ جاتا ہے۔ وہ بھی تو یہی کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عم زاد اور داماد کو اپنا جانشین نامزد کر دیا اور پھر آگے اسی طرح باپ کے بعد بیٹے تک امامت منتقل ہوتی رہی۔

قوموں کے عروج و زوال ـــ انقلاباتِ عالم کے داخلی اور خارجی محرکات ـــ تہذیب و تمدن کی ترقی و انحطاط کے بارے میں مغربی مفکرین سپنگلر، ہیگل اور مارکس نے جو کچھ کہا ہے اس کی فکر انگیز تشریح اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس کا تجزیہ

عبدالحمید صدیقی کی انگریزی کتاب

A PHLOSOPHICAL INTEPRETATION OF HISTORY

تاریخ کی فلسفیانہ تعبیر

میں ملاحظہ فرمائیں۔ قیمت دس روپے

ملنے کا پتہ: مکتبہ ترجمان القرآن - اچھرہ - لاہور